صدرِ اول میں سیرت نگاری کے مناہج ورجحانات-ایک ارتقائی جائزہ

عطاء الرحمٰن *

حافظ عبدالغفور **

سیر ومغازی سے متعلق تحریروں کا سلسلہ ابتدائے اسلام سے شروع ہوگیا تھا اور سب سے پہلے اسی فن کی بنیاد پڑی۔ ابتدائی دور میں مسلمانوں کو تکثیر روایت سے روکا گیا مگر دوسری طرف سیر ومغازی کے احوال و واقعات بیان کرنے میں وسعت برتی گئی۔(۱)

خلفائے راشدین اور اسکے بعد اسلامی حکومتیں جہاد کے لیے کوشاں تھیں۔ ایمانی حرارت اور روح جہاد کو زندہ رکھنے کے لیے غزوات کے واقعات اور ان کے متعلق احکام ومسائل کا بیان ناگزیر تھا۔ اس لیے اسی کی باقاعدہ تعلیم پر خصوصی توجہ دی گئی۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص (م۵۵ھ) کے صاحبزادے محمد بن سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے: **کان ابی یعلمنا المغازی و السرایا و یقول یا بنی انہا شرف آبائکم فلا تضیعوا ذکرھا.** (۲) ہمارے والد ہم لوگوں کو مغازی اور سرایا کی تعلیم دیتے تھے اور کہتے تھے، اے بیٹو! یہ تمہارے آباؤ اجداد کا شرف ہے تم لوگ ان کو یاد رکھو اور ضائع نہ کرو۔

بلکہ مغازی کے پڑھنے پڑھانے کا اس قدر خاص اہتمام ہوتا تھا کہ قرآن کریم کی سورتوں کی طرح اسلامی غزوات کے واقعات یاد کرائے جاتے تھے۔ حضرت علی بن حسین زین العابدین)م۹۴ھ) کا بیان ہے: **کنا نعلم مغازی النبی کما نعلم السورۃ من القرآن .** (۳) ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے مغازی کو قرآن کی سورۃ کی طرح پڑھاتے تھے۔

مدینہ میں مغازی کی مشہور درس گاہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ (م۶۸ھ) کی تھی۔ اس میں علم مغازی کے لیے باقاعدہ باری مقرر تھی۔(۴)

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف مالاکنڈ، چکدرہ دیر۔

** سابق ڈائریکٹر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، یونیورسٹی آف پشاور، پاکستان

مشہور تابعی عامر بن شراحیل الشعبیؒ (م۱۰۴ھ) ایسے انداز سے مغازی کی تعلیم دیتے تھے گویا وہ بھی مجاہدین کے ساتھ میدان جہاد میں شریک تھے۔ امام شعبی ایک مرتبہ مغازی کا درس دے رہے تھے کہ اسی حال میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ (م۷۳ھ) ادھر سے گزرے اور ان کا بیان سن کر فرمایا: انه يحدث حديثاً كانه شهد القوم. (۵) یہ اس طرح مغازی بیان کررہے ہیں جیسے مجاہدین کے ساتھ تھے۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ (م۱۰۷ھ) بھی سیر ومغازی کا نہایت دلنشین انداز میں درس دیتے تھے۔ اس کے بارے میں سفیان بن عینیہ (م۱۹۸ھ) کا بیان ہے: كان عكرمة اذا تكلم في المغازی فسمعه انسان قال: كأنه مشرف عليهم يراهم (۶) عکرمہ جب مغازی بیان کرتے تھے اور کوئی آدمی سنتا تھا تو کہتا تھا کہ گویا وہ میدان جہاد میں مجاہدین کو دیکھ رہے ہیں۔

الغرض اسی زمانہ میں علم مغازی وسیر کی اہمیت وافادیت اس کی باقاعدہ تدوین کا باعث ہوئی اور مذکورہ عہد میں سیر ومغازی کی متعدد کتابیں تصنیف کی گئیں۔ ان میں کئی راویوں کی تحریرات دستاویزی صورت میں زمانہ کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ تاہم جستجو وتفحص سے سیرت کے کئی اساسی مراجع میں ان کی بعض روایات ہمیں ملتی ہیں جن سے ان کے منہج کا باآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور اسی طرح تشنگی کا زیادہ احساس نہیں رہتا۔

ذیل میں سیرت نگاری کا ایک ارتقائی جائزہ منتخب مآخذ کی روشنی میں لیا جائے گا، جس میں سیرت نگاری کا ابتدائی زمانہ اور اس دور کے سیرت نگاروں کا انداز روایت وبیان اور اس عہد میں سیرت کے بارے میں لکھے جانے والے مراجع ومصادر پر بحث کی جائے گی۔

عروہ بن زبیرؓ:

عروہ بن زبیرؓ بن العوام (م۹۴ھ) حدیث، فقہ اور مغازی کے بہت بڑے عالم تھے۔ (۷)۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: كان فقيها عالما حافظا ثبتا حجة عالما بالسير ، و هو اول من صنف المغازی. (۸) وہ فقیہ عالم، حافظ، ثبت، حجت اور سیر کے عالم تھے اور مغازی تصنیف کرنے والوں میں پہلے مصنف ہیں۔

حاجی خلیفہ نے بھی یہی بات لکھی ہے: و يقال اول من صنف فيها عروة بن زبير (۹) اور کہا جاتا ہے کہ مغازی میں سب سے پہلے عروہ بن زبیرؓ نے کتاب لکھی۔

ابن ندیم نے ابوحسان حسن بن عثمان زیادی (م۲۴۳ھ) کی تصانیف میں عروہ بن زبیرؓ کی کتاب المغازی کا ذکر کیا ہے۔ وله من الكتب كتاب المغازی عروه بن الزبير ۔ (۱۰) ان کی کتابوں میں عروہ بن زبیرؓ کی

کتاب المغازی ہے۔

عروہ نے مغازی کے موضوع پر جو مواد جمع کیا تھا اس کا معتد بہ حصہ کتب سیرت میں محفوظ ہے البتہ ان کی اپنی کتاب، کتاب المغازی ناپید ہوگئی ہے۔(۱۱)

عروہ کے خاندان نبوت سے قریبی تعلقات تھے۔آپ کے والد حضرت زبیر بن العوامؓ حواری رسول، عشرہ مبشرہ اور اصحاب شوریٰ میں سے ہیں۔ اسماء بنت ابی بکرؓ آپ کی والدہ اور حضرت عائشہؓ کی آپ کی خالہ تھیں۔ چنانچہ آپ اپنے والد، والدہ اور خالہ سے سوالات کر کے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں معلومات حاصل کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نہیں بعض ایسی نادر معلومات حاصل ہوئیں جن تک دوسرے حضرات کی رسائی نہ تھی۔(۱۲)

عروہ بن زبیرؓ کی کتاب المغازی کو کتب احادیث، تواریخ اور سیر و مغازی کی کتابوں سے مرتب کر کے کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔(۱۳) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے واقعات کی ترتیب میں تاریخی تسلسل کو ملحوظ رکھا تھا، یعنی وہ وحی سے آغاز کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد دعوت اسلام، ہجرت حبشہ و مدینہ کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر سریوں کا اور اس میں سب سے پہلے سریہ عبداللہ بن جحش کا بیان آتا ہے۔اس کے بعد غزوہ بدر، غزوہ خندق، غزوہ بنو قریظہ، صلح حدیبیہ، موتہ و فتح مکہ اور اور غزوہ حنین و طائف کا ذکر آتا ہے۔آخر میں رسول اللہ ﷺ کے بعض مراسلات، پھر آپ ﷺ کی زندگی کے آخری حالات تا وفات بیان کیے گئے ہیں۔(۱۴)

ان سارے واقعات کو آپ نے بڑے دلچسپ اور ادیبانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ ان میں ایک قدرتی رنگ اور ایک منطقی ربط نظر آرہا ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی نظر کس قدر گہری اور واقعات کے کانٹ چھانٹ میں کتنے ماہر ہیں۔آپ واقعہ سے پہلے اس کا پس منظر بیان کرتے ہیں جس سے واقعہ کے اسباب پر روشنی پڑتی ہے۔مثلاً جب وہ غزوہ بدر کے بارے میں بتاتے ہیں تو واقعہ بیان کرنے سے پہلے مسلمانوں اور قریش کی باہمی چپقلش کا مختصر ذکر بھی کر دیتے ہیں۔ واقعات کو بیان کرنے میں عروہ کا طرز تحریر سادہ آسان اور مربوط ہے۔ مبالغہ نام کی کوئی چیز اس میں شامل نہیں بلکہ آپ کا انداز ایک حقیقت پسندانہ انداز ہے۔(۱۵)

عروہ بن زبیرؓ واقعات ذکر کرتے وقت قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔آپ نے متعدد مقامات پر قرآنی آیات سے استشہاد کیا ہے۔(۱۶)

اس طریقہ کار سے ایک طرف تو عروہ بن زبیرؓ کی قرآن فہمی کا بھرپور احساس ہوتا ہے، تو دوسری طرف سیرت و مغازی کے واقعات سے گہری واقفیت کا پتہ چلتا ہے۔

آپ موضوع کی مناسبت سے کبھی کبھار اشعار بھی نقل کرتے ہیں۔ رواۃ میں التباس کو رفع کرنے کے لیے جہاں کہیں ایک نام کے کئی افراد آجاتے ہیں تو آپ محض نام پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ تفصیل سے نسب کا ذکر بھی کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ فن انساب میں خاص یدطولیٰ رکھتے تھے۔(۱۷)

عروہؒ نے مغازی کا مواد غالباً ان سوال ناموں کے جواب میں مرتب کیا تھا جو اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان وقتاً فوقتاً ان کے پاس بھیجتے رہتے تھے۔عبدالملک کے سوالات اور عروہ کے جوابات کا زیادہ تر تعلق غزوات سے ہے۔(۱۸) آپ کی کتاب المغازی کے خاص راوی ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن (م ۱۳۷ھ) ہیں جو یتیم عروہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے بارے میں حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے تصریح کی ہے۔ **نزل ابوالاسود مصر و حدث بها بكتاب المغازى لعروة بن الزبير رضی اللہ عنہ عنه** (۱۹)۔ ابوالاسود نے مصر جا کر عروہ بن زبیر کی کتاب المغازی کی تعلیم ان ہی کی روایت سے دی۔

ان کے علاوہ محمد بن شہاب الزہری (م ۱۲۴ھ) اور سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف (م ۲۰۱ھ) نے عروہ بن زبیرؓ سے مغازی کی روایت کی ہے۔عروہ کی کتاب المغازی جو بروایت ابوالاسود نقل ہے۔ وہ اسناد سے سراسر خالی ہے تاہم اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ عروہ بن زبیرؓ اسناد کا استعمال ہی نہیں کرتے، بلکہ آپ یہ اہتمام کرتے ہیں جس کا پتہ ہمیں دوسرے راویوں کے ہاں سے چلتا ہے۔مثلاً آپ کے دوسرے شاگرد ابن شہاب زہریؒ نے آپ سے جو روایات نقل کی ہیں ان میں انہوں نے اسناد کا خاصا اہتمام کیا ہے۔

ابان بن عثمانؒ:

آپ کا پورا سلسلہ نسب ابان بن عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس ہے۔آپ ۱۰۵ھ کو فوت ہوئے۔(۲۱)۔آپ نے حدیث، فقہ اور مغازی کے عالم کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔ وہ فتوے اور فیصلے جو آپ کے والد حضرت عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں صادر کیے تھے آپ کو ازبر تھے۔(۲۲)

ابان بن عثمانؒ نے ۷۶ھ سے ۸۳ھ تک یعنی سات سال مدینہ کے گورنر رہے اور اس زمانہ میں حج کی امارت بھی ان کے ذمہ رہی۔(۲۳)

ان کے تلامذہ میں ان کے بیٹے عبدالرحمٰن کے علاوہ محمد بن شہاب الزہری، ابوالزناد اور مغیرہ بن عبدالرحمٰن مخزومی زیادہ مشہور ہیں۔(۲۴)

مغیرہ بن عبدالرحمٰن مخزومی نے ان سے کتاب المغازی روایت کی اور اپنی اولاد اور تلامذہ کو اس کی تعلیم اور ترغیب دی۔ ان کے پاس ابان بن عثمان کی کتاب المغازی موجود تھی، ابن سعد نے ان کے صاحبزادے کا یہ بیان نقل کیا ہے:

قال یحیٰ بن المغیرة بن عبدالرحمن عن ابیه انه لم یکن عنده خط مکتوب من الحدیث الا مغازی النبیؐ اخذها من ابان بن عثمان فکان کثیراً ما تقرأ علیه و أمرنا بتعلیمها. (۲۵)

یحیٰ بن مغیرہ بن عبدالرحمٰن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس حدیث کا کوئی لکھا ہوا صحیفہ نہیں تھا۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کے مغازی مکتوب تھے جن کو انہوں نے ابان بن عثمانؓ سے حاصل کیا تھا اور یہ مغازی بسا اوقات ان کے سامنے پڑھے جاتے تھے اور انہوں نے ہم کو ان کی تعلیم کا حکم دیا تھا۔

ابن سعد (کتاب الواقدی) نے یحیٰ بن مغیرہ بن عبدالرحمٰن کی روایت بیان کی ہے کہ: و کان قلیل الحدیث الا مغازی رسول اللہ ﷺ أخذها من ابان بن عثمانؓ و کان کثیراً ما تقرأ علیه، و یامرنا بتعلیمها. (۲۶)

وہ (یعنی مغیرہ بن عبدالرحمٰن) قلیل الحدیث تھے البتہ انہوں نے مغازی کی تعلیم ابان بن عثمانؓ سے حاصل کی تھی اور بسا اوقات اس کی تعلیم ان سے حاصل کی جاتی تھی اور وہ ہم کو اس کی تعلیم کا حکم دیتے تھے۔ یہ مغازی جو ابان سے مغیرہ نے روایت کیں، اصطلاحی معنوں میں کتاب کی شکل میں نہ تھیں بلکہ سیرت سے متعلق اخبار کا ایک مجموعہ تھا جو ہم تک نہ پہنچ سکا۔ لہٰذا بعد کی کتب سیرت میں اس کتاب کا کوئی حوالہ نہیں آیا، اگرچہ احادیث کی سندوں میں ابان کا نام کثرت سے آتا ہے۔ ابن اسحٰق، واقدی اور ابن سعد کی کتاب کے ان حصوں میں جو سیرت سے متعلق ہیں، ابان بن عثمانؓ کا ذکر تک نہیں تاہم ابان بن عثمانؓ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے مغازی کا ایک خاص مجموعہ فراہم کیا۔ (۲۷)

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے ۸۲ھ میں حج ادا کیا تو اس وقت ابان بن عثمانؓ مدینہ منورہ کے عامل تھے۔ اس وقت سلیمان بن عبدالملک کے ساتھ ابان بن عثمان، ابوبکر بن عبداللہ بن ابی احمد اور عمرو بن عثمانؓ بھی تھے۔ خلیفہ نے مدینہ منورہ کے متبرک مقامات کی زیارت کی اور ان مقامات کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ پھر انہوں نے ابان بن عثمان سے کہا کہ آپ میرے لیے رسول اللہ ﷺ کی سیرت و مغازی کی کتابی شکل میں مرتب کر دیں جس پر ابان نے اسے بتایا کہ ان کے پاس موثق اور معتبر راویوں کے ذریعہ صحیح طور سے تحریر شدہ سرمایہ موجود ہے۔

اس روایت سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ابان بن عثمانؓ نے ۸۲ھ سے پہلے سیرت نبویﷺ پر اپنی تالیف مکمل کرلی تھی۔(۲۸)

۳- ابن شہاب زہریؒ:

ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ شہاب الزہریؒ (م۱۲۴ھ) نے حدیث، فقہ، تفسیر، تاریخ اور مغازی وسیر میں خاص شہرت حاصل کی ہے۔(۲۹)

انہوں نے اپنے زمانے کے نامور آئمہ ابان بن عثمانؓ (م۱۵۵ھ)، عروہ بن زبیرؒ (م۹۴ھ)، سعید بن مسیّب (م۱۰۵ھ)، عبداللہ بن عمرؓ (م۷۳ھ) وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔(۳۰)

آپ کے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن سمل کا بیان ہے:

سمعت عمی الزهری یقول: علم المغازی علم الآخرة والدنیا. (۳۱)

میں نے اپنے چچا زھری کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ علم المغازی آخرت اور دنیا میں کام آنے والا علم ہے۔

وہ پہلے شخص تھے جس نے مختلف مصادر کی احادیث کا باہم مقابلہ کیا اور ان کے درمیان ربط پیدا کر کے انہیں ایک روایت کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ یہ پہلا قدم تھا جو تاریخ کے میدان میں جرأت کے ساتھ اٹھایا گیا۔ اس منہج کو مورخین نے روایات تاریخیہ کے جاننے کا معیار بنا لیا، اگرچہ بعد میں اسی عمل نے غیر معتمد راویوں کے لیے جعل سازی کا ایک نیا دروازہ بھی کھول دیا۔(۳۲)

کتب سیرت اور تاریخ کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عروہ بن زبیرؓ کے مقابلے میں ابن شہاب زھری نے معلومات کو زیادہ تفصیل سے جمع کیا ہے۔ تاریخ کی تشکیل میں آپ کا یہ زبردست کارنامہ ہے کہ آپ نے تاریخی واقعات کو محدثانہ رنگ میں پیش کیا۔ با قاعدہ اسناد کا التزام کیا اور ایک واقعہ کے بارے میں مختلف تاریخی روایات کا احادیث سے موازنہ کر کے ان میں توافق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

ابن شہاب زہریؒ کے بہت سے تلامذہ نے ان کی کتاب المغازی روایت کی جن میں موسیٰ بن عقبہ ممتاز ہیں۔ یحییٰ بن معین (م۲۳۳ھ) کے قول کے مطابق "**کتاب موسیٰ بن عقبة عن الزهری من أصح هذه الکتب.**"(۳۳) (زھری سے روایت کی ہوئی موسیٰ بن عقبہ کی کتاب مغازی کی سب سے صحیح کتاب ہے)۔

امام بخاری نے مغازی کے ذکر میں چالیس سے زائد روایات ابن شہاب زھری کی بیان کی ہیں، جن میں

اکثر موسیٰ بن عقبہ عن الزھری کی سند سے ہیں۔ زہری کے دوسرے شاگرد جن سے ان کی کتاب المغازی کی روایت کا سلسلہ چلا، معمر بن راشد بصری، صنعانی (م ۱۵۲ھ یا ۱۵۴ھ) ہیں۔

عبدالرزاق بن ہمام صنعانی (م ۲۱۱ھ) نے اپنے استاد معمر بن راشد کی کتاب المغازی کو اپنی کتاب مصنف عبدالرزاق میں دوسری روایات کے ساتھ محفوظ کرلیا ہے۔ یہ کتاب المغازی عبدالرزق کی طرف منسوب ہوئی جس کا بیشتر حصہ معمر بن راشد کی روایت سے ابن شہاب زھری کی کتاب المغازی کا ہے۔ (۳۳)

ابن شہاب زھریؒ کی مکمل کتاب تو موجود نہیں لیکن ان کے متفرق اجزاء کتب سیرت و تاریخ میں ملتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالعزیز الدوری نے ان اجزء کو ترتیب دے کر ایک مربوط تاریخی خاکہ تیار کیا ہے جس کا خلاصہ یہاں ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا۔

۱-اسلام سے قبل زمانہ کے واقعات:

اس دن (جو کہ جمعہ کا دن تھا) کا ذکر جس میں آدمؑ کی پیدائش ہوئی۔ جنت میں دخول اور اخراج، حضرت نوحؑ اوران کی اولاد کا ذکر، عرب کی قدیم تاریک جو حضرت ابراہیمؑ کے آگ میں ڈالے جانے کے واقعات سے شروع ہوکر عام الفیل تک پہنچتی ہے، اور عہدہ ہجرت پر ختم ہوجاتی ہے۔

آپ ﷺ کے ظہور کے آثار و ارہاصات، قبل از نبوت زندگی، حضرت خدیجہؓ کا رسول اللہ ﷺ سے تجارت کے سلسلے میں روابط اور رشتہ ازدواج کا ذکر۔

۲-مکی دور:

اس دور کے واقعات میں نزول وحی کی ابتداء کا ذکر ہے جس میں آپ کو حضرت خدیجہ تسلی دیتی ہیں اور آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے جاتی ہیں۔ آپ کی دعوت وتبلیغ کا ذکر اور اس کے ردعمل میں قریش کے مظالم ہجرت حبشہ، قریش کی جانب سے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا مقاطعہ، بیعت عقبہ اور مدینہ منورہ میں اسلام کی ابتداء کے واقعات شامل ہیں۔

۳-مدنی دور:

ہجرت کے بعد کے واقعات میں سن ہجرت کا تعین مذکور ہے۔ مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی آمد اور اس کا پس منظر، مسجد قباء کی تعمیر، پہلی نماز جمعہ اور پہلا خطبہ تقویٰ، تعمیر مسجد نبوی، ازواج مطہرات، مواخات، غزوات

وسرایا، سلاطین عالم کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے وفود اور مکاتیب کی روانگی سلاطین عالم کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے وفود اور مکاتیب کی روانگی کی تفصیلات، وفود کی آمد و رفت، حجۃ الوداع، سانحہ ارتحال کی تفصیلات، وفات کا دن وقت، عمر غسل، تجہیز و تکفین، قبر، دفن کے بارے میں مفصل بیان ہے۔(۳۵)

ابن شہاب زھری کے مذکورہ بالا انداز تحریر سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ آپ نے سب سے پہلے سیرت کا ایک مکمل خاکہ تیار کیا اور اس کے بعد اس میں واقعات ایک منطقی ربط اور حسین پیرائے کی شکل میں ڈال دیے۔ جس سے آپ کی پختہ نظری اور علمی تبحر کا اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے سیرت کے مختلف پہلوؤں کو اس انداز میں نمایاں کیا کہ استفادہ کرنے والوں کے لیے اسے آسان اور مفید بنایا۔(۳۶)

۴-موسیٰ بن عقبہ ابو محمد مدنی ؒ:

موسیٰ بن عقبہ ابو محمد مدنیؒ (م ۱۴۱ھ) حضرت موسیٰ بن عقبہ زبیرؓ کے خاندان کے آزاد کردہ غلام تھے۔ مدینہ میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم حاصل کی۔(۳۷) یہ تین بھائی تھے، محمد بن عقبہ، ابراہیم بن عقبہ، موسیٰ بن عقبہ۔ تینوں بھائی مدینہ کے مشہور فقہاء و محدثین تھے اور مسجد نبوی ﷺ میں اپنا اپنا حلقہ درس رکھتے تھے۔ لیکن سب سے چھوٹے موسیٰ بن عقبہ حدیث، فقہ اور فتویٰ میں امامت کا درجہ رکھتے تھے اور آپ سے فتویٰ طلب کیا جاتا تھا۔(۳۸) موسیٰ بن عقبہ حدیث، فقہ اور فتویٰ میں بھی اگر چہ اپنے دونوں بھائیوں سے آگے ہیں، لیکن سیر و مغازی کے عالم اور مصنف کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ امام مالکؒ اپنے شاگردوں سے کہا کرتے تھے: **علیکم بمغازی الرجل الصالح موسیٰ بن عقبة فانها أصح المغازی و فی روایة فانه رجل ثقة طلبها علی کبر السن و لم یکثر کما کثر غیره (۳۹)**

یعنی تم لوگ مغازی موسیٰ بن عقبہ سے حاصل کرو، وہ ثقہ اور مرد صالح ہیں، ان کی مغازی اَصح المغازی ہے، انہوں نے بڑھاپے میں یہ عمل حاصل کیا ہے۔ دوسروں کی طرح تکثیر روایت سے کام نہیں لیا ہے۔

یحیٰ بن معین کہا کرتے تھے: **کتاب موسیٰ بن عقبه عن الزهری من أصح هٰذه الکتب. (۴۰)** موسیٰ بن عقبہ کی کتاب زھری کی روایت سے سب سے صحیح کتاب ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے: **ثلاثة کتب لیس لها اصول، المغازی و الملاحم و التفسیر** (۴۱)۔ یعنی تین فن کی کتابیں بے بنیاد ہیں، مغازی، ملاحم اور تفسیر۔ مگر مغازی موسیٰ بن عقبہ کے بارے میں ان کا

قول ہے: علیکم بمغازی موسیٰ بن عقبة فانه ثقة. (۴۲) تم لوگ موسیٰ بن عقبہ کی مغازی حاصل کرو وہ ثقہ ہے۔

موسیٰ بن عقبہ کی کتاب المغازی دراصل ان کے شیخ ابن شہاب زھری کی کتاب المغازی کا مثنیٰ ہے۔ جس کو انہوں نے آکری عمر میں مدون کیا ہے۔ اس کتاب کی روایت ان کے کئی شاگردوں نے کی جن میں ان کے بھتیجے اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ (م ۱۹۶ھ) اس کے مشہور ومخصوص راوی ہیں۔

ابن سعد نے لکھا ہے: وکان یحدث بالمغازی عن عمه موسیٰ بن عقبة۔ (۴۳) وہ اپنے چچا موسیٰ بن عقبہ کی روایت سے مغازی کی تعلیم دیتے تھے۔

ان کے علاوہ محمد بن فلیح (م ۱۶۷ھ) اور سلیمان بن بلال تیمی (م ۱۷۲ھ) نے بھی اس کتاب کی روایت کی ہے۔ (۴۴)۔

نویں صدی تک مغازی موسیٰ بن عقبۃ کی روایت محدثین میں ہوتی رہی ہیں۔ حافظ ذہبی (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں۔ رأیت مغازی موسیٰ بن عقبه بالمزة علی ابی نصر الفارسی. (۴۵) میں نے مغازی موسیٰ بن عقبہ کا نسخہ مقام مزہ میں ابونصر فارسی کے ساتھ دیکھا ہے۔ اور حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) نے فتح الباری میں غزوہ خندق کے بیان میں لکھا ہے: ھکذا رویناہ فی مغازیه۔ (۴۶) یعنی ہم نے اسی طرح موسیٰ بن عقبہ کی مغازی میں پڑھا ہے۔ مشہور مستشرق ایڈورڈ سخاؤ (Edward Sachau) نے مغازی موسیٰ بن عقبہ کا انتخاب برلن کے ایک مخطوط سے مغازی موسیٰ بن عقبہ کے کچھ منتخب حصے شائع کیے۔ اس کا ایک حصہ کتاب الامالی ابن صاعد میں پایا جاتا ہے۔ سیرت کی دیگر کتابوں میں اس کی روایات موجود ہیں، جن میں اکثر ابن شہاب زھری سے مروی ہیں۔ (۴۷)

ان کے مطالعے سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ وہ سیرت نبوی ﷺ کا ایک مکمل نقشہ اپنے ذہن میں رکھتا تھا۔ جس کے مطابق آپ نے رسول ﷺ کی پوری زندگی کے حالات لکھے۔ ان روایات سے موسیٰ بن عقبہ کی تحقیقی ذوق کا بھی پتہ چلتا ہے۔ (۴۸)

موسیٰ بن عقبہ کی مغازی کو بعض نمایاں خصوصیات حاصل تھیں۔ مثلاً غزوات اور جنگوں میں شریک اشخاص کی جو فہرست آپ نے اپنے مغازی میں فراہم کی ہے وہ آپ کی عالمانہ شان اور محققانہ انداز فکر کا پتہ چلتا ہے۔

اس طرح واقعات کو بیان کرنے میں آپ نے تاریخی تسلسل کا پورا خیال رکھا ہے اس کے علاوہ آپ اسناد

کی بھی پوری پابندی کرتے ہیں اور شاید ہی کوئی رعایت بغیر سند کے درج کی ہو۔

ایلفرڈ گیوم(A. Guillaume) نے موسیٰ بن عقبہ کی روایات کے تقریباً ۱۲۰ اجزاء کا ذکر کیا ہے۔ جو کہ تمام اسناد پر مبنی ہیں۔(۴۹)

موسیٰ بن عقبہ نے واقعات کی تحقیق میں مستند ماخذ کی طرف رجوع کیا ہے، مثال کے طور پر دیگر کتب سیرت کے علاوہ آپ نے عبداللہ بن عباسؓ کے مسودات سے بھی استفادہ کیا۔(۵۰)۔علاوہ ازیں ان کے پاس کچھ اصل دستاویزات بھی موجود تھیں۔ مثلاً آنحضرت ﷺ نے منذر بن ساوی کو خط بھیجا تھا اُسے موسیٰ بن عقبہ نے لفظ بہ لفظ نقل کیا ہے۔(۵۱) موسیٰ بن عقبہ کی مغازی سے ابن سعد، واقدی، طبری، البلاذری اور ابن سید الناس نے خاص طور پر استفادہ کیا ہے۔(۵۲)

۵۔محمد بن اسحٰق بن یسار بن خیار بن کوتان مدنیؒ:

محمد بن اسحٰق بن یسار بن خیار بن کوتان مدنیؒ (م ۱۵۱ھ) فارسی الاصل اور قیس بن مخرمہ بن عبدالمطلب کے مولیٰ (یعنی آزاد کردہ غلام) تھے۔ ان کے دادا یسار بن خیار عین التمر کی جنگ میں گرفتار ہو کر مدینہ آئے تھے۔ (۵۳) محمد بن اسحٰق بن مدینہ میں پیدا ہوئے اور یہاں مشہور محدثین وفقہاء سے استفادہ کیا، جن میں ابن بن عثمانؓ، محمد شہاب زہری، عاصم بن عمر قتادہ، اور ہشام بن عروہ قابل ذکر ہیں۔ آپ نے تابعین سے روایت کی اور حضرت انس بن مالکؓ کی زیارت کا شرف پایا۔(۵۴)

عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے۔:

لا یزال فی الناس علم ما بقی ابن اسحق.(۵۵)

جب تک ابن اسحٰق زندہ رہیں گے لوگوں میں علم باقی رہے گا۔

آپ نے شیخ محمد بن شہاب الزہری سے ان کے مغازی کے بارے میں سوال کیا گیا تو اُنہوں نے کہا:

ھذا علم الناس بھا.(۵۶)

آپ لوگوں میں مغازی کے سب سے بڑے عالم ہیں۔امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

من اراد ان یتبحر فی المغازی فھو عیال علی محمد بن اسحق.(۵۷)

جو شخص مغازی میں تبحر ہونا چاہتا ہے وہ ابن اسحٰق کا عیال ہے۔

محمد بن اسحٰق نے محدثین کے عام طریقہ سے ہٹ کر اپنی سیرت میں احادیث تاریخی روایات، عوامی قصے اور اسرائیلی روایات کو پہلی مرتبہ یکجا کرنے کی کوشش کی اور قواعد اسناد میں غیر محتاط رویہ اختیار کیا۔ مثلاً اس کا یہ قول:

حد ثنی عمن لا اتهمه(۵۸) یا حدثنی بعض اهل العلم من أهل الکتاب(۵۹) یا حدثت ان (۶۰) یا یقال یا حدثنا(۶۱) یا وغیره من اهل العلم(۶۲)

اس منہج کے اختیار کرنے پر مدینہ میں ان پر سخت تنقید ہوئی اور امام مالکؒ نے تو ان کو دجال تک کہا۔(۶۳) اہل مدینہ کی روایت پر گرفت بہت مضبوط تھی اور اسی لیے وہ سند کو انتہائی اہمیت دیتے تھے۔ ابن اسحٰق نے مدینہ کے زمانہ کے قیام میں سیرت نبویہ کی تدوین مکمل کر لی۔۱۲۳ھ میں وہاں سے عراق منتقل ہوئے۔ جہاں کے اخباری مدرسہ تاریخ میں ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ بعد میں جب ابن اسحٰق کی سیرت کی تہذیب و تنقیح ابن ہشام نے کی اور اس سے نامناسب روایات اور غیر ثابت شدہ اور رکیک اشعار کو حذف کیا، نامکمل بیانات کی تکمیل کی، مجمل بیانات کی تفصیل فراہم کی اور مبہم مقامات کی توضیح کی، تو بعد کے محدثین نے بھی اپنی رائے بدل دی اور اس کو نہ صرف استحسان کی نظر سے دیکھا بلکہ، اس کی معلومات پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی سیرت و تاریخ کی کتابوں کی بنیادی مصدر کی حیثیت سے استعمال کیا۔

ابن عدی (م ۳۶۵ھ) محمد بن اسحٰق اور ان کی کتاب المغازی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ولو لم یکن لا بن اسحاق من الفضل الا انه صرف الملوک عن کتب لا یحصل منها شیء فصرف اشغالهم حتی اشتغلوا بمغازی رسول الله و مبدأ الخلق و مبعث النبیﷺ فهذا فضیلة لا بن اسحق سبق بهاثم بعده صنفه قوم آخرون ولم یبلغوا مبلغ ابن اسحاق فیه.(۶۴)

ابن اسحٰق کے فضل و کمال کے لیے یہی کافی ہے کہ انہوں نے امراء و ملوک کو لایعنی کتابوں کی مشغولیت سے ہٹا کر رسول اللہﷺ کے مغازی، آپ کی بعث اور ابتداء خلق کے واقعات پڑھنے میں لگا دیا۔ ان کے بعد کئی لوگوں نے مغازی پر کتابیں لکھیں لیکن ان میں سے کوئی بھی آپ کے مقام تک نہ پہنچ سکا۔

حافظ ذھبی (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

والذی تقرر علیه العمل ان ابن اسحق الیه المرجع فی المغازی والایام النبویة مع ان یشذ

باشياء وانه ليس بحجة في الحلال والحرام، نعم والا بالواهيي بل يستشهد به۔(٦٥)

علماء کے نزدیک معمول بہ یہ بات ہے کہ ابن اسحٰق بعض اشیاء میں شذوذ کے باوجود مغازی اور نبوی غزوات کے بارے میں مرجع ہیں اور حلال وحرام میں حجت نہیں ہیں، ہاں ضعیف بھی نہیں بلکہ ان سے استشہاد کیا جائے گا۔

سیرت ابن اسحٰق کے تین اجزاء ہیں المبتداء، المبعث اور المغازی:

۱۔ پہلے حصے المبتداء میں کائنات کی ابتداء سے لے کر سابق انبیاءؑ کی تاریخ، زمانہ قبل از اسلام اور اس ضمن میں یمن کی تاریخ، دورِ جاہلیت کے قبائل اور ان کے بتوں کا ذکر، اصحاب الاخدود، اصحاب الفیل، رسول اللہ ﷺ کے قریبی اجداد اور اہل مکہ کے عقائد ورسوم کا ذکر ہے۔ ابن ہشام نے اس حصے پر کم توجہ مرکوز کی اور اس کا بیشتر حصہ حذف کر دیا ہے، لیکن طبری اور حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی کتابوں میں اسے برقرار رکھا ہے۔

۲۔ دوسرے حصے یعنی المبعث میں رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی، ہجرت اور جنگ بدر سے پہلے تک کے واقعات موجود تھے، جس کی ابن ہشام نے مناسب تہذیب کی اور بیشتر کو برقرار رکھا۔

۳۔ المغازی اس کتاب کا تیسرا حصہ ہے، جس میں جنگ بدر سے لے کر رسول اللہ ﷺ کی وفات تک کے حالات کا تذکرہ ہے اور آپ ﷺ کے غزوات وسرایا وغیرہ کا بیان بھی ہے۔ اس میں ابن اسحٰق نے رسول ﷺ کے بعض تحریری مسودات سے بھی استفادہ کیا ہے، جن میں دنیا کے مختلف بادشاہوں کو خطوط اور مدنی قبائل سے معاہدات سرفہرست ہیں۔ ابن اسحٰق نے بعض اہم فہرستیں بھی شامل کیں ہیں، مثلاً اول اسلام لانے والے مہاجرین و انصار، شرکاءِ غزوات اور ان میں مقتولین اور قیدیوں کے اسماء وغیرہ کی فہرستیں ترتیب دی گئی ہیں۔ غزوات میں زمانہ کی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور واقعات کو بیان کرنے میں اسناد کا اہتمام کیا گیا ہے۔ البتہ مکی زندگی کے واقعات میں اسناد کا التزام نہیں کیا ہے۔

اسلوب بیان کا نمونہ جہاں ابن اسحٰق کی اعلیٰ ذہانت کی تصدیق کرتا ہے وہی اس کی اس صلاحیت اور سلیقہ مندی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ایک ہی واقعہ کے متعدد اور منتشر ٹکڑوں کو ملا کر ایک مکمل تصویر بنائی جا سکتی ہے۔(٦٦) ابن اسحٰق کسی واقعہ میں موجود افراد کے ناموں پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ وہ جس قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں اس کا نام بھی ذکر کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ انساب کا بھی پورا اہتمام کرتے ہیں۔(٦٧)

مشہور مستشرق جوزف ہوروٹس (Joseph Horovitz) نے لکھا ہے کہ ابن اسحٰق نے رسول اللہ ﷺ کی

حیات طیبہ کے مختلف ادوار کو نہ صرف ایک تناسب کے ساتھ اپنی تالیف میں پیش کیا بلکہ انبیاء سابقین کے حالات شامل کر کے سیرت کے موضوع میں وسعت پیدا کر دی ہے اور اسے تاریخ رسالت بنا دیا ہے۔(٦٨)

ابن اسحٰق نے مسلمان رواۃ کے ساتھ ساتھ غیر مسلم رواۃ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ وہ وہب بن منبہ (م ١١٠ھ یا ١١٤ھ) کی طرح قدیم ترین مصنف ہیں کہ جس نے تورات اور انجیل کی عبارتیں لفظی ترجمہ کیساتھ اپنی کتاب میں درج کی ہیں (٦٩)۔

٦۔الواقدی:

ابوعبداللہ محمد بن واقدی الاسلمی مدنی (م ٢٠٧ھ) حدیث، فقہ تفسیر، سیر و مغازی اور تاریخ کے جامع عالم تھے (٧٠) واقدی سیرت و مغازی میں اگرچہ درجہ استناد رکھتے ہیں لیکن محدثین نے ان کو حدیث میں ضعیف کہا ہے اور ان کے خلاف بڑے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

قال احمد بن حنبلؒ: هو كزاب يقلب الاحاديث، يلقى حديث ابن اخى الزهرى عن معمر و نحو ذا. وقال ابن معين، ليس بثقه ، وقال مرة لا يكتب حديثه. وقال البخارى و ابو حاتم متروک. وقال ابو حاتم ايضاو النسائى يضع الحديث، وقال الدارقطنى فيه ضعف . وقال ابن عدى احاديثه غير محفوظة و البلاء منه. وقال ابن الجوزى وغيره و هو محمد بن أبى شملة دلسه بعضهم، و ابن المدينى يقول الواقدى يضع الحديث. (٧١)

امام احمد بن حنبل (م ٢٤١ھ) فرماتے ہیں کہ واقدی کذاب ہیں، احادیث کو تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ زھری کے بھانجے کی روایت معمر کی جانب منسوب کر دیتے ہیں۔ یحییٰ بن معین (م ٢٣٣ھ) نے ایک بار فرمایا کہ یہ ثقہ نہیں ہیں اور ایک بار فرمایا کہ ان کی حدیث نہ لکھی جائے۔ امام بخاریؒ (م ٢٥٦ھ) اور ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس الرازی (م ٣٢٧ھ) فرماتے ہیں کہ وہ متروک ہیں۔ ان ہی ابو حاتم اور امام نسائی (م ٣٠٣ھ) کا قول ہے کہ وہ احادیث وضع کیا کرتے تھے۔ دارقطنی (م ٢٨٥ھ) کہتے ہیں کہ ضعیف ہیں۔ ابن عدی (م ٣٦٥ھ) کہتے ہیں کہ اس کی احادیث محفوظ نہیں، اور ساری بلا اسی کی نازل کردہ ہے۔ امام عبدالرحمٰن بن الجوزی (م ٥٩٧ھ) اور بعض دیگر محدثین نے تصریح کی ہے کہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے واقدی خود کو محمد بن ابی شملہ قرار دیتے تھے۔ علی بن مدینی کہتے ہیں کہ یہ احادیث وضع کرتے تھے۔

لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ان آراء کے برعکس مورخین انہیں سیرت و مغازی کا امام تسلیم کرتے ہیں۔ سیرومغازی، انساب، اخبار، تاریخ، رجال، طبقات اور حدیث کے تقریباً تمام مصنفین ان کے محتاج رہے ہیں۔ واقدی کے اقوال و روایات کے بغیر ان کی کتاب مکمل نہیں ہوتی۔ خاص طور سے ان کے شاگرد محمد بن سعد (۲۳۰ھ) کے ذریعہ ان کی روایتوں کو آنکھیں بند کر کے قبول کیا جاتا ہے۔(۷۲)۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

و هو ممن طبق شرق الارض و غربها ذكره ولم يخلف على احد عرف اخبار الناس امره وسارت الر كبان بكتبه فى فنون العلم من المغازى والسير و الطبقات،و اخبار النبىؐ، والاحداث التى كانت فى وقته و بعد و فاته صلى الله عليه وسلم، و كتب الفقه، واختلاف الناس فى الحديث و غير ذالك وكان جوار اًكريماً مشهور اً بالسخاء (۷۳)۔

وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کا چرچا مشرق ومغرب پر چھایا ہوا ہے اوراخبار وحوادث کی واقفیت میں ان کا مرتبہ کسی سے چھپا ہوانہیں ہے اوران کی کتابوں کو اہل علم قافلہ در قافلہ اپنے اپنے شہروں میں لے گئے جومختلف فنوں میں ہیں۔ یعنی مغازی و سیر اور طبقات اور رسول اللہؐ کے واقعات و اخبار جو آپؐ کی حیات میں اور آپؐ کی وفات کے بعد ظاہر ہوئے اور فقہ اور اختلاف علماء اور حدیث وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ واقدی دریا دل، کریم اور مشہور سخی تھے۔

ابراہیم بن اسحٰق حربی (م۲۸۵ھ) جو حدیث ومغازی کے زبردست عالم اور کتاب المغازی کے مصنف ہیں، ان کا بیان ہے: **كان احمد بن حنبل يو جه فى كل جمعته بحنبل الى ابن سعد يأخذمنه جذئين من حديث الواقدى ينظر فيهما الى الجمعت الاخرىٰ ثم ير دهما و يأخذ غير هما** (۷۴)۔ امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) ہر جمعہ کو محمد بن سعد کا تب الواقدی (۲۳۰ھ) کے پاس حنبل بن اسحٰق کو بھیج کر واقدی کی احادیث کے دو جز منگواتے تھے اور دوسرے جمعہ تک ان کو دیکھ کر واپس کرتے تھے اور دوسرے دو جز منگواتے تھے ابراہیم بن اسحٰق حربی نے ان کے بارے میں کہا ہے: **الواقدى امين الناس على الاسلام، كان أعلم الناس بامر الاسلام فأما الجاهليته فلم يعلم فيها شيًا** (۷۵)۔ واقدی مسلمانوں کے سب سے بڑے علمی امانتدار تھے۔ وہ اسلامی اُمور کے سب سے بڑے عالم تھے اور جاہلیت کے بارے میں اُن کو کچھ علم نہیں تھا۔

واقدی کی کتاب المغازی تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں ہجرت کے بعد سے وصالِ نبوی تک کے

غزوات و سرایا کا تذکرہ ہے، یعنی ان کی کتاب صرف مغازی پر مشتمل ہے ۔ آغازِ کتاب میں واقدی نے اہم اسناد ذکر کرنے کے بعد رسول اللہ کی مدینہ طیبہ آمد، تمام غزوات گنتے ہیں، جس میں آپ ؐ نے بنفس شرکت فرمائی اور ساتھ ساتھ سرایا بھی ذکر کرتے ہیں ۔ پھر ان نائبین کا ذکر ترتیب وار کرتے ہیں، جو آپ ؐ نے اپنی عدم موجودگی میں مدینہ منورہ میں مقرر فرمائے تھے ۔

واقعہ کا منہج یہ رہا ہے کہ آپ ہر غزوہ اور سریہ میں لشکر اسلام کے مدینہ سے نکلنے اور واپس آنے کی تاریخ بتاتے ہیں ۔ شریک مجاہدین کی تعداد، غزوہ یا سریہ کے اسباب و واقعات اور نتائج با قاعدگی سے ذکر کرتے ہیں ۔

طویل ابعاب کے آغاز میں ایک مجموعی سند بتلاتے ہیں جو کہ درحقیقت یہ بہت سی روایات کا مجموعہ ہوتے ہیں ۔ غزوات میں شہداء اور مقتولین مشرکین کے نام بھی بیان کرتے ہیں ۔ غزوات میں اسلامی جھنڈوں اور ان کے رنگوں کا بھی ذکر کرتے ہیں (٧٦)۔ موقع بہ موقع قرآنی آیات سے استشہاد اور ان کی تفسیر بھی اکثر کر دیتے ہیں ۔ یہ کتاب مکتوباتِ نبویؐ کے لیے ایک اہم ماخذ ہے (٧٧)۔ آپ نے نبی کریمؐ کی معاہدات کی تفصیل بھی محفوظ کر لی ہے ۔(٧٨)۔ واقدی نے اس کتاب میں مختلف مقامات کا حدود اربعہ اور اس کے فاصلوں کا بھی ذکر کیا ہے (٧٩)۔ اُس کے علاوہ آپ نے فقہی مسائل بھی بیان کئے ہیں ۔

بعض واقعات کے حوالے سے کتاب المغازی میں تکرار بھی موجود ہے ۔ مثلاً آپ نے سریہ قطبہ بن عامر بجانب خثعم کو دو مقامات پر بیان کیا ہے ۔ نیز فتح مکہ کے وقت مسلمان شہداء اور مقتولین کفار کے بارے میں تکرار سے کام لیا ہے (٨٠)۔ تاہم مواد کے لحاظ سے واقدی تاریخی مواد کو ترتیب دینے میں اپنے پیش رو مؤلفین پر سبقت لے گئے ہیں ۔ ان کی تصنیف ہمیں ایک منظم، مرتب اور مربوط تاریخی کتاب کی شکل میں ملتی ہے (٨١)۔

محمد بن سعدؒ: ابو عبداللہ محمد بن سعدؒ بن منیع ہاشمی بصری (م ٢٣٠ھ) سیر و مغازی، تاریخ، حدیث اور فقہ کے ثقہ امام ہیں ۔ آپ واقدی کے کاتب تھے جس کی وجہ سے آپ کو کاتب الواقدی کہا جاتا ہے (٨٢)۔ واقدی کے بارے محدثین نے کلام کیا ہے لیکن ابنِ سعد کو وہ ثقہ مانتے ہیں ۔

ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی (م ٤٦٣ھ) لکھتے ہیں: **محمد عندنا اهل العدالته، وحديثه يدل على صدقه فانه يتحرى فى كثير من رواياته** (٨٣)۔ یعنی محمد بن سعد ہمارے نزدیک عادل ہیں ان کی حدیث ان کی صداقت کی دلیل ہے ۔ وہ اپنی بہت سی روایات میں تحقیق و تحری سے کام لیتے ہیں ۔

ابوعلی حسین بن محمد بن الرحمٰن بن فہم البغدادی (م ٢٨٩ھ) کہتے ہیں: **وكان كثير العلم، كثير**

الحدیث والروایة کتب الحدیث وغیرہ من کتب الغریب والفقه(۸۴)۔ابن سعد کثیر العلم، کثیر الحدیث اور کثیر الروایۃ عالم تھے۔ اُنہوں نے غریب الحدیث اور فقہ وغیرہ میں بھی کتابیں لکھی ہیں۔

خطیب بغدادی دوسری جگہ لکھتے ہیں: کان من اهل العلم و الفضل والفهم والعدالته، صنف کتاباً کبیراً فی طبقات الصحابته والتابعین الی وقته فأجار فیه وأحسن(۸۵)۔ وہ اہل علم وفضل میں سے ہیں۔ انہوں نے صحابہ وتابعین اور اپنے زمانے تک کے طبقات میں بڑی کتاب تصنیف کی ہے اُنہوں نے اس کی عمدہ اور احسن طریقہ سے مرتب کیا ہے۔ سیرت ابن ہشام کی طرح یہ دوسری سیرت ہے جو ہم تک مکمل پہنچی ہے۔ طبقات الکبریٰ ۸ جلدوں پر مشتمل ایک علمی خزانہ ہے۔ اس کی اولین دو جلدیں سیرتِ نبویؐ کے لیے مختص ہیں۔ تمہید کے طور پر اُنہوں نے ماقبل بعثت تاریخ میں ان انبیاء کرامؑ کی تاریخ بھی بیان کی ہے۔ جو آپؐ کے آباؤ اجداد میں داخل ہے۔

اس کے بعد آپ کے بچپن کے حالات، بعثت سے قبل اور مابعد آپ کی نبوت پر شاہد علامات اور آپ کی دعوت کی ابتدائی حالات تا ہجرت مدینہ بیان کئے ہیں اور مدنی عہد میں آپؐ کے احکامات، عرب وفود کی آمد، آپ کے اخلاق، طریقہ زندگی، غزوات، وفات، تجہیز وتکفین، تدفین، میراث وغیرہ کے متعلق معلومات مرتب کرنے کے بعد مراثی جمع کر دیئے ہیں۔ آپ نے شمائل، دلائل اور فضائل کی بھی وسیع معلومات فراہم کیں جو بعد میں شمائل و دلائل کے ادب کے لیے نمونہ قرار پائیں۔

اس کے علاوہ عہد رسالت کے بعد مفتیان مدینہ اور دیگر صحابہؓ وتابعین کے سیر وسوانح کا یہ ایک معلوماتی خزانہ ہے۔ طبقات کبیر کی بقیہ باقی جلدیں جو صحابہ کرام اور تابعین کے حالات وواقعات پر مشتمل ہیں۔ اُن کی حیثیت سیرۃ النبیؐ کے تکملہ کی سی ہے۔ یہاں صحابہ کرامؓ کے تذکرے میں ان کی زبانی روایت کردہ رسول اللہؐ کے احوال و اقوال موجود ہیں۔ اور ان سے بھی سیرتِ رسول اللہؐ کے نقوش اُجاگر کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ابن سعد واقدی کے کاتب اور شاگرد تھے۔ اس لیے ابن سعد کا بڑا ماخذ ومصدر واقدی کی کتاب المغازی ہے۔ خاص طور پر مدنی زندگی سے متعلق حالات و واقعات کے بیان کرنے میں ابن سعد واقدی پر زیادہ انحصار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ جن شیوخ سے آپ نے روایات لی ہیں اُن میں موسیٰ بن عقبہ، ابومعشر، ابن اسحٰق، ابن ہشام کلبی اور عبداللہ بن محمد بن عمارۃ الانصاری شامل ہیں(۸۶)۔

ابن سعد عموماً تاریخ اور سال درج کرنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں اور یہ بھی بتلاتے ہیں کہ کس کی نمازِ جنازہ

کس نے پڑھائی۔ اسے قبر میں کس نے اُتارا۔ آپ نے دارالارقم میں چھپ کر نماز ادا کرنے والے مسلمانوں فہرست بھی درج کی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ ہجرت مدینہ کے بعد عہد مواخات کے موقع پر کون مہاجر کس انصاری کا بھائی تھا(۸۷)۔ الغرض ابن سعد جب کوئی واقعہ بیان کرتے ہیں تو اس کے جزئیات میں چلے جاتے ہیں۔

طبقات میں ابن سعد کا اسلوب محدثانہ ہے جس طرح محدثین کسی روایت سے پہلے اس کی مکمل سند بیان کرتے ہیں۔ ابن سعد بھی اسی طرح روایت سے پہلے سند کا اہتمام کرتے ہیں۔(۸۸)

تاہم اس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا کہ طبقات میں مقطوع (۸۹) اور مرسل (۹۰) روایات بھی پائی جاتی ہین لیکن سند کے ہوتے ہوئے اس کی جانچ پڑتال کرنا اہلِ علم کے لیے مشکل کام نہیں۔

ابن سعد سیرت و مغازی کے بیان میں مختلف روایات کو مرتب انداز سے ذکر کرتا ہے تاہم کبھی کبھی اپنی رائے بھی دیتے ہین مثلاً ابن سعد نے ہشام کلبی کا یہ قول نقل کیا ہے: غزوہ بدر میں سائب بن مظعون نے شرکت کی تھی نہ کہ سائب بن عثمان بن مظعون نے۔ ابن سعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس جگہ کلبی سے غلطی سرزد ہوئی، سیرت نگار جو مغازی سے آشنا ہیں، جانتے ہیں کہ ابن عثمان بن مظعون نے غزوہ بدر اور اُحد بلکہ تمام غزوات میں شرکت کی تھی (۹۱)۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی تنقیدی نظر کافی گہری ہے۔ طبقات ابن سعد میں زیادہ اشعار نقل نہیں کئے گئے، البتہ خطبات میں کچھ اشعار منقول ہیں (۹۲)۔ ابن سعد نے اپنی کتاب میں آیات قرآنیہ سے استشہاد بھی کیا ہے۔ سیرت نبویؐ کی تفصیلات کے علاوہ طبقات ابن سعد میں مسلمانوں کی دورِاوّل کی پوری معاشرت کے بارے میں معلومات کا ایسا عظیم الشان خزانہ جمع کیا گیا ہے کہ ان بکھری ہوئی جزوی تفصیلات کی مدد سے ہم اِسلام کی ابتدائی تین صدیوں کی پوری تصویر تیار کر سکتے ہیں (۹۳)۔

اِبن ہشامؒ: ابومحمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیر ی (م۲۱۸ھ) کا اصل وطن بصرہ تھا۔ لیکن مصر میں مستقل طور سے آباد ہو کر رہے۔ آپ سیر و مغازی، انساب و ادب اور نحو کے مشہور عالم تھے۔ اولین کتب سیرت میں ان کی کتاب کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ پوری کی پوری ہم تک پہنچی ہے۔ ابن ہشام نے ابن اسحٰق کی سیرت کو ابومحمد زیاد بن عبداللہ بن طفیل بن عامر القیسی العامری البکائی (م۱۸۳ھ) کی روایت سے اخز کر کے اس میں حذف و اضافہ کیا اور اس کی تنقیح کی (۹۴)۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: ابو محمد عبدالملک بن هشام البصری النحوی صاحب المغازی

الذی هذّب السیرة و نقلها عن البکائی صاحب ابن اسحق(۹۵)۔ ابو محمد عبدالملک بن ہشام البصری نحوی، صاحب المغازی ہیں۔ اُنہوں نے کتاب السیرۃ کو بہترین انداز میں مرتب کیا اور اس کو ابن اسحٰق کے شاگرد بُکائی سے نقل کیا۔

ابو العباس احمد بن محمد بن ابراھیم بن ابی بکر بن خلکان (م۶۸۱ھ) نے لکھا ہے: هذا ابن هشام هو الذی جمع سیرة رسول الله من المغازی والسیر لابن اسحق و هذ بها و لخصها و شر حها السهیلی وهی الموجودة بایدی الناس المعروفته بسیرة ابن هشام(۹۶)۔یعنی یہی ابن ہشام ہیں، جنہوں نے رسول اللہؐ کی مغازی وسیر مصنفہ ابن اسحٰق کو جمع کر کے اس کو مہذب کیا۔ اور اس کی تلخیص کی، جس کی شرح (عبدالرحمٰن بن عبداللہ) السہیلی (م۵۸۱ھ) نے کی ہے اور یہی کتاب سیرت ابن ہشام کے نام سے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔

ابنِ ہشام اس کتاب میں اس کا منہج اور ترتیب خود بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وانأ إ ن شاء اللّٰه مبتدئ هذا الکتاب بذکر اسماعیلؑ بن ابراهیمؑ، ومن وَلدَ رسول اللهؐ من ولدِه، وأ ولا صلابهم، الأول فالاول من اسماعیل الی رسول اللهؐ ، وما یعرص من حدیثهم و تارک ذکرغیر هم من ولد اسماعیل علی هذه الجهة للا ختصار الی حدیث سیرة رسول اللهؐ، و تارک بعض ما ذکره ابن اسحاق فی هذا الکتاب ممالیس لرسول اللهؐ فیه ذکر، ولا نذل فیه من القرآن شئ، ولیس سببًا لشئ من هذا الکتاب، ولا تفسیر ألهٗ، ولا شاهِا علیه، لما ذکرت من الاختصار، واشعارًالم أرأحدًا من اهل العلم بالشعر یعرفها، واشیاء بعضا لیشنع الحدیث به، و بعض یسوء بعض الناس ذکره، و بعض لم یُقرّلنا البکائی، بروایته، ومستقصٍ إن شاء اللّٰه تعالیٰ ماسوی ذالک بمبلغ الروایة له والعلم به(۹۷)۔

حضرت اسماعیلؑ بن ابراہیمؑ کے ذکر سے آغاز کر کے ان لوگوں کا حال لکھا جائے گا۔ جو رسول اللہؐ کے شجرہ نسب میں آئے ہیں۔ حضرت اسماعیلؑ سے لے کر رسول اللہؐ تک جتنے اہم واقعات پیش آئے اُن کو ترتیب وار لکھا جائے گا۔ البتہ اختصار کے پیشِ نظر محمد بن اسحٰق کے بیان کردہ وہ واقعات جن میں نہ تو رسول پاکؐ کا ذکر ہے اور نہ اس کے متعلق قرآن وتفسیر یا دیگر قسم کے شواہد موجود ہیں، چھوڑ دیئے جائیں گے۔ اور ان اشعار کو بھی قلم زد کر دیا جائے گا۔ جن کے متعلق علماء شعر کچھ نہیں جانتے۔ علاوہ ازیں ان اُمور سے بھی اجتناب کیا جائے گا جن کا زبان پر

لانا غیر مناسب ہو اور بعض ایسی روایتوں کا ذکر بھی نہیں کیا جائے گا۔ جس کا بکائی نے ذکر نہیں کیا۔ اس کے علاوہ سب باتیں مفصل بیان کروں گا۔ ان شاء اللہ

ابنِ ہشام نے سیرت ابنِ اسحٰق کی تہذیب کرنے کے بعد نہایت اہتمام اور تحقیق سے اس پر حواشی و تعلیقات لکھیں۔ ان تعلیقات وحواشی میں ابنِ اسحٰق کی مختلف قسم کی غلطیوں کی نشاندہی اور اصلاح کے ساتھ ساتھ انساب میں ابن اسحٰق کی غلطیوں کی تصحیح بھی کی۔ مثلاً ہجرت مدینہ کے موقع پر سراقہ بن مالک مدلجی کے واقعہ کی سند ابن اسحٰق ذکر کرتے ہیں: **قال ابن اسحق و حدثنی الزھری ان عبد الرحمن بن مالک بن جُعشُم حدثه عن ابیه عن عمّه سراقه بن مالک بن جُعشُم قال......الم**(۹۸)۔

ابن ہشام اس سند میں زھری کے استاد عبدالرحمٰن کی نسب کی تصویب کرکے لکھتے ہیں: **قال ابن ھشام : عبدالرحمن بن الحارث بن مالک بن جعشم** (۹۹)۔

اِسی طرح اشعار کے متعلق غلطیوں کی نشاندہی بھی ابن ہشام ن کی۔ مثلاً سریہ عبیدۃ بن الحارث کے واقعات میں ابن اسحٰق نے ابوبکر صدیقؓ کا قصیدہ ذکر کیا ہے۔ اس کے بارے میں ابن ہشام لکھتے ہیں: **وا کثر اھل العلم بالشعر ینکر ھذہ القصیدۃ لابی بکرؓ**(۱۰۰)۔ یعنی اہل علم میں سے شعر کے ماہرین اس سے انکار کرتے ہیں کہ یہ قصیدہ ابوبکرؓ کا ہے۔

اِس کے علاوہ ابن ہشام نے ابن اسحٰق کی مرویات پر قابل قدر اضافے کیے۔ مثلاً ابنِ اسحٰق نے غزوہ بدر کے قیدیوں میں ۴۳ اشخاص کا ذکر کیا ہے(۱۰۱) جبکہ ابن ہشام نے اس تعداد پر ۲۳ کا اِضافہ کیا ہے، اِسی طرح غزوہ اُحد میں مسلمان شہدأ کی جو تعداد ابنِ اسحٰق نے بیان کی ہے۔ اِبن ہشام نے اس پر پانچ ناموں کا اِضافہ کیا ہے(۱۰۲)۔

مختصر یہ کہ مواد کی ترتیب، ناقدانہ بصیرت، مصادر کی جانچ پڑتال اور وقائع کی صحت کا محاکمہ کرنے میں ابنِ ہشام نے پیش رَو ابن اسحٰق پر فوقیت حاصل کی (۱۰۳)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ اکابر صحابہ کرام شریعت سے متعلق احادیث کی روایت میں احتیاج کرتے تھے مگر مغازی اور رسول اللہ کے عام احوال بیان کرنے میں وسعت برتتے تھے۔ چنانچہ سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں سعد بن ابی وقاصؓ کے ساتھ مدینہ سے مکہ تک گیا مگران کو رسول اللہؐ کی کوئی حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا (فتح الباری، ابن حجر، ۶/ ۳۷)۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں سعد بن ابی وقاصؓ کے ساتھ سال بھر رہا ہوں مگر ایک حدیث کے علاوہ ان سے رسول اللہؐ کی حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا (المحد الفاصل بین الروای والواعی، حسن بن عبدالرحمٰن رامہرمزی، ص ۵۵۷)۔ یہی سائب بن یزید کا بیان ہے کہ میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ، طلحہ بن عبیداللہؓ، سعدؓ اور مقداد بن الاسودؓ کی صحبت میں رہا ہوں لیکن ان کو رسول اللہؐ سے بیان کرتے نہیں سنا۔ بجز اس کے کہ میں نے طلحہ بن عبداللہؓ کو غزوہ احد کے بارے میں بیان کرتے ہوئے سنا۔
(الجامع الصحیح بخاری، ۳۹۶/۱، کتاب الجہاد ع السیر، باب من حدث بمشاہدہ فی الحرب)

۲۔ سیرت حلبیہ، برہان الدین الحلبی (م ۱۰۴۴ھ)، داراحیاء التراث العربی بیروت (سطن)، ۱/۱۔

۳۔ البدایہ والنہایہ، حافظ ابن کثیر، مکتبہ دارالفکر بیروت 1997ء طبع دوم ۳/ ۲۴۲۔

۴۔ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد (محمد بن سعد)، دارالفکر بیروت ۱۹۹۴ء، ۲/ ۲۶۸۔

۵۔ تدوین سیر و مغازی، قاضی اطہر مبارکپوری، ژیخ الہند اکیڈی دارالعلوم دیوبند ۱۴۱۰ھ، ص ۸۵۔

۶۔ تہذیب التہذیب، ابن حجر (احمد بن حجر عسقلانی)، داراحیاء التراث العربی بیروت، طبع سوم ۱۹۹۳ء، ۷/ ۲۶۶۔

۷۔ تہذیب التہذیب، ۵/ ۵۷۴۔

۸۔ البدایۃ والنہایۃ، ۶/ ۲۲۷۔

۹۔ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، حاجی خلیفہ (مصطفیٰ بن عبداللہ) منشورات مکتبہ المثنی بغداد سطن، ۲/ ۱۷۴۷۔

۱۰۔ الفہرست، ابن ندیم (محمد بن اسحٰق الندیم)، تہران ایران ۱۹۷۳ء، ص ۱۲۳۔

۱۱۔ کشف الظنون، ۲/ ۱۷۴۷۔

۱۲۔ تہذیب التہذیب، ۴/ ۱۱۷۔۱۱۸۔

۱۳۔ مغازی رسول، عروہ بن زبیرؒ تحقیق، ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی، مترجم: محمد سعید الرحمٰن علوی، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۹۰ء۔

۱۴۔ ایضاً ص ۱۰۱ تا ۲۳۸۔

۱۵۔ ملاحظہ کیجیے: Early Mislim Historiography, Nisar Ahmad Faruqi, Adabiyat-i Delhi, Qasim jan Street, delhi India1979, page. 226.

۱۶۔ مغازی رسول، عروہ بن زبیرؒ ص ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۶۱۔

۱۷۔ ایضاً ص ۱۳۰۔

۱۸۔ تاریخ الرسل و الملوک، طبری (ابوجعفر محمد بن جریر الطبری) دارالمعارف مصر، ۱/ ۵۴۶، ۲/ ۱۵۸۔

۱۹۔ سیر أعلام النبلاء، الذہبی (شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی)، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، طبع اول ۱۹۸۲ء، ۱۵۰/۶۔
۲۰۔ مغازی رسول، مقسمہ، ص ۷۲۔
۲۱۔ تہذیب التہذیب، ۶۵/۱۔
۲۲۔ ایضاً۔
۲۳۔ الطبری، ۹۴۰/۲۔
۲۴۔ تہذیب التہذیب، ۶۵/۱۔
۲۵۔ الطبقات الکبریٰ، ۱۵۶/۵۔
۲۶۔ ایضاً، ۱۵۶/۵۔
۲۷۔ سیرت نبوی کی اولین کتابیں اور ان کے مؤلفین، جوزف ہوروتس، مترجم: ڈاکٹر نثار احمد فاروقی، رسالہ نقوش رسول نمبر، ج ا، شمارہ ۱۳۰، ادارہ فروغ اردو لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۲۳۷۔
۲۸۔ مغازی رسول، ص ۳۵۔۳۶۔
۲۹۔ تہذیب التہذیب، ۲۸۷/۵۔
۳۰۔ ایضاً۔
۳۱۔ تدوین سیر و مغازی، ص ۱۸۵۔
۳۲۔ مقالہ موارد تاریخ طبری، ڈاکٹر جواد علی، (اردو ترجمہ) دوست ایسوی ایٹس اردو بازار لاہور ۱۹۹۸ھ، ص ۲۱۔
۳۳۔ تہذیب التہذیب، ۵۷۴/۵۔
۳۴۔ المصنف عبدالرزاق حبیب الرحمٰن الاعظمی کی تحقیق سے المکتب الاسلامی بیروت سے ۱۹۷۲۔ میں چھپ چکی ہے۔ اس کی پانچویں جلد کے صفحہ ۳۱۳ سے صفحہ ۴۹۲ تک یہ کتاب المغازی ہے، جس کی زیادہ تر روایات عبدالرزاق، عن معمر، عن الزہری کی سند سے ہیں۔
۳۵۔ ملاحظہ کیجیے: A. A Duri, Al-Zuhri a study on the Beginnings of history writing in islam, The Bulletin of the school of oriental and African stidies, University of London, 1995,19.vol. کا ص ۱ تا ۱۲۔
۳۶۔ ایضاً، ص ۹۔
۳۷۔ تہذیب التہذیب، ۵۷۵/۵۔
۳۸۔ ایضاً۔
۳۹۔ ایضاً، ۵۷۴/۵۔
۴۰۔ ایضاً۔

۴۱۔ تدوین سیر ومغازی، ص ۳۱۔
۴۲۔ تذکرۃ الحفاظ، الذہبی (امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی) تحقیق شیخ زکریا عمیرات، دارالکتب العلمیہ، بیرت، طبع اوّل ۱۹۹۸ء، ۱/۱۱۲
۴۳۔ الطبقات الکبریٰ، ۵/۴۱۸۔
۴۴۔ تدوین سیر ومغازی، ص ۲۰۶۔
۴۵۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/۱۱۲۔
۴۶۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، ابن حجر (احمد بن علی ابن حجر عسقلانی)، مکتبہ سلفیہ مصر، سظن ۷/۳۹۳۔
۴۷۔ تدوین سیر ومغازی، ص ۲۰۷۔
۴۸۔ اسلامی تاریخ نویسی کا آغاز وارتقاء، ڈاکٹر صادق علی گل، لاہور ۱۹۹۴ء، ص ۱۷۶۔
۴۹۔ ملاحظہ کیجیے: A. Guillume, The life of Muhamma کے مقدمہ کا ص xlii,xlii

☆☆☆☆☆☆☆☆☆